روزنامہ **الفضل** ربوہ

ایڈیٹر: نسیم سیفی

فون ۴۴۹

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۶/۴۱ | منگل ۱۲ - ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ، ۲۵ - احسان ۱۳۷۰ ہش، ۲۵ - جون ۱۹۹۱ء | نمبر ۱۴۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک کی ضرورت

اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک اور رحمت کے ساتھ تربیت

کرنا اس لئے بھی نہایت ضروری ہے تاکہ بعد میں بڑے ہو کر اس اولاد کا اپنے والدین سے اسی طرح رحمت نرمی اور مغفرت کا تعلق ہو۔ اگر بچپن ہی سے والدین اپنی زندگی کی لذتوں میں منہمک پڑے ہوں اور اولاد کو سکولوں کے سپرد کر دیں یا معاشرے کے سپرد کر دیں اور ان کی تربیت میں جو ذاتی تعلق پیدا کرنا چاہیئے وہ تعلق پیدا نہ کریں تو (اولاد کی) دعا ان کے حق میں نہیں سُنی جائے گی۔"

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"درحقیقت اس امر کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ انسان کا قول اور فعل باہم مطابقت رکھتے ہوں۔ اگر ان میں مطابقت نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا (۔) (البقرہ: ۴۵) یعنی تم لوگوں کو تو نیکی کا امر کرتے ہو، مگر اپنی جانوں کو اس نیکی کے امر کا مخاطب نہیں بناتے، بلکہ بھول جاتے ہو۔ اور پھر دوسری جگہ فرمایا (۔) (الصّف: ۳) مومن کو دو رنگی اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔ بزدلی اور نفاق ہر دو مومن سے دُور رہتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے قول اور فعل کو درست اور مطابق رکھو۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں میں کر کے دکھا دیا، ایسا ہی تم بھی ان کے نقشِ قدم پر چل کر اپنے صدق اور وفا کے نمونے دکھاؤ۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۴۸)

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نمونہ ہمیشہ اپنے سامنے رکھو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زمانہ پر غور کرو کہ جب دشمن قریش ہر طرف سے شرارت پر تُلے ہوئے تھے اور انہوں نے آپ کے قتل کا منصوبہ کیا۔ وہ زمانہ بڑا ابتلاء کا زمانہ تھا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حقِ رفاقت ادا کیا، اس کی نظیر دُنیا میں نہیں پائی جاتی۔ یہ طاقت اور قوّت بجُز صدقِ ایمان کے ہرگز نہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۴۸)

اعلانِ ولادت

مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ۲، جون ۹۱ء کو ان کے بیٹے مکرم داؤد احمد صاحب ساکن الیگزینڈریا ورجینیا امریکہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بیٹی عطا فرمائی ہے۔ جس کا نام حمیرا تجویز کیا گیا ہے۔

احباب بچی کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے دعا کریں۔

الفضل کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہیئے۔ آپ کے خیالات ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

ایک دُنیادار کو دیکھا ہے وہ میرا دوست بھی ہے۔ میں کلکتہ میں اس کے مکان پر تھا اس نے مجھے دکھایا کہ وہ ایک ایک دن میں چار چار پانچ پانچ سو روپیہ کیسے کما لیتا ہے۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ میں نے اس کو ایک مرتبہ گجرات میں دیکھا۔ بہت ہی بُری حالت میں مبتلا تھا میں نے اس کو اور تو کچھ نہ کہا صرف یہ پوچھا کہ بتاؤ کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ یہ حالت ہو گئی ہے کہ رہنے کو جگہ نہیں۔ کھانے کو روٹی نہیں۔ اس وقت یہاں آیا ہوں کہ فلاں شخص کو پندرہ ہزار روپیہ دیا تھا مگر اب وہ بھی جواب دیتا ہے۔ میں نے اس کی اس حالت کو دیکھ کر یہ سبق حاصل کیا کہ چالاکی سے انسان کیا کما سکتا ہے؟ ادھر بالمقابل دیکھیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع نے کیا کمایا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وعظ کرتے ہیں۔ چالاکیاں کرتے ہیں لیکن ذرا پیٹ میں درد ہو تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم گئے۔ پس تم وہ چیز جو جس کا نسخہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اتباع پر تجربہ کر کے دکھایا ہے کہ جب وہ دیتا ہے تو اس کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

(خطبہ عید الاضحیہ فرمودہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۳ء)

جو خدا تعالیٰ کا ہو جائے وہ ساری راحتوں کا مالک اور وارث بن جاتا ہے

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو

"خدا تعالیٰ کی محبت یا اس کے محبوب بننے کا ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع ہے پھر یہ اتباع کیسے کامل طور پر ہو سکتی ہے جب معلوم ہی نہ ہو کہ آپ کیا کیا کرتے تھے۔ اس پہلو میں بھی (لوگوں) نے جس قدر اس وقت سُستی اور غفلت سے کام لیا ہے وہ بہت کچھ ان کی ذلت اور ضعف کا باعث ٹھہرا۔ اس ضروری کام کو تو چھوڑا۔ پھر مصروفیت کس کام میں اختیار کی۔ نفسانی خواہشوں کے پورا کرتے ہیں چائے پی لی۔ حقّہ پی لیا۔ پان کھا لیا۔

غرض ہر پہلو اور ہر حالت سے دنیوی امور میں ہی مستغرق ہو گئے۔ مگر پھر بھی آرام اور سکھ نہیں ملتا۔ ساری کوششیں اور ساری تگ و دو دُنیا کے لئے ہی ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی راحت نہیں لیکن جو خدا کے ہو جاتے ہیں ان کو وہ دیتا ہے تو پھر کس قدر دیتا ہے؟ اور ساری راحتوں کا مالک اور وارث بنا دیتا ہے۔ میں نے پہلے بتا دیا ہے کہ جتنا چھوٹا ہوتا ہے اس کا اتنا ہی دینا ہوتا ہے اور جس قدر بڑا اسی قدر اس کی دہش ہوتی ہے۔ جس قدر کبریائی اللہ تعالیٰ رکھتا ہے اسی کے موافق اس کی عطا ہے اور اس کی عطا کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۵۔ احسان ۱۳۷۰ ہش — ۲۵۔ جون ۱۹۹۱ء

دُعاؤں کی قبولیّت

ہم سب عادتاً رسمی دعائیں بھی کرتے ہیں اور دردِ دل سے کی جانے والی دعائیں بھی۔ احباب سے بھی اکثر دعا کی درخواست کرتے ہیں رسمی دعاؤں کا جب کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو پریشانی تو ہوتی ہے لیکن اس طرف خیال بہت کم جاتا ہے یہ تو دعا تھی ہی نہیں۔ یعنی ویسی دعا نہیں تھی جس کے قبول کئے جانے کا امکان ہوتا۔ دعا کے لئے اپنے دل میں درد پیدا ہوتا ہے۔ کبھی ٹھیک اور کبھی غلط۔ وہ درد دل جس سے دعا قبول ہو۔ اسکی کیفیت اور اس کی ماہیت ہی اور ہوتی ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ اللہ تعالےٰ ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے۔ فرماتے ہیں:

"جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے اور جسے دیکھ کر مَیں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں۔ وہ ایک ہی بات ہے کہ مَیں کسی شخص کی نسبت معلوم کرلوں کہ یہ خدمتِ دین کے سزاوار ہے اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے لئے، خدا کے رسول کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کیلئے نافع ہے ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے"

پھر حضور نے فرمایا:

"ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے دلوں میں خدمتِ دین کی نیّت باندھ لیں۔ جس طرز اور جس رنگ کی خدمت جس سے بن پڑے، کرے"

حضرت اقدس کے اس ارشاد میں دعا کا بہترین اصول جو ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ خود دعا کرنے کے لئے اور دوسروں سے دعا کروانے کیلئے بھی انسان خدا اور اس کے دین کی طرف متوجہ ہو جائے۔ انسانوں کے لئے اپنے آپ کو مفید ثابت کرنا شروع کر دے۔ اگر انسان دعا کے وقت اپنی زندگی میں یہ تبدیلی پیدا کرے کہ وہ اپنی کسی ضرورت کے حصول کے لئے کسی اور کی ضرورت پوری کر دے۔ دین کی خدمت میں لگ جائے۔ خدا اور اس کے رسول سے محبّت بڑھا لے تو یقیناً اسکی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگی۔ حقیقی دردِ دل اسی کا نام ہے۔ اور یہی وہ دردِ دل ہے جو دعاؤں کی قبولیّت کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ اور ہماری دعاؤں کو شرفِ قبولیّت بخشے۔

مانگو اور بہت کچھ مانگو لیکن حد کے اندر
حد سے بڑھ کر مل جائے تو چل جاتا ہے چکّر
کر دیتی ہے دین خدا کی ایسوں کو مغرور
مال و دولت کے ہو جاتے ہیں خالق سے بڑھکر

ابوالاقبال

سچ کو سچ کہہ کے کوئی جرم کیا ہے مَیں نے ؟
زہر پینا ہے تو یہ زہر پیا ہے مَیں نے

نام تو اور بھی منجدھار میں یاد آئے تھے
ڈوبتے وقت ترا نام لیا ہے مَیں نے

ظلمتِ شب میں بھی ملتے ہوئے تُو ڈرتا ہے
روزِ روشن میں ترا ساتھ دیا ہے مَیں نے

میرے اشکوں نے کیا چاک کسی کا دامن
دامنِ چاک کو اشکوں سے سیا ہے مَیں نے

آپ ہی نے تو ہر اک بات سکھائی تھی مجھے
آپ کی بات سے پہچان لیا ہے مَیں نے

مَیں تشخّص کا طلبگار ہی کب تھا اے دوست
اپنے جینے کو کوئی نام دیا ہے مَیں نے ؟

یُوں کنکھیوں سے مجھے غیر کی محفل میں نہ دیکھ
لوگ کہتے ہیں کچھ آنکھوں سے پیا ہے مَیں نے

رات کی رات کی ہے بات تو گھبراؤں کیوں
رات میں نُورِ سحر دیکھ لیا ہے مَیں نے

تم مری راہ میں آکر مجھے روکو تو سہی
تجربہ یہ بھی کئی بار کیا ہے مَیں نے

مجھ سے گر کچھ نہیں سُننا تو زباں کو روکو
اک اسی شرط پہ ہونٹوں کو سیا ہے مَیں نے

مَیں نے جو کچھ بھی کہا ان سے بہت خُوب کہا
جو نسیم ان سے کیا خوب کیا ہے مَیں نے

نسیم سیفی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے)

علمی مسائل

فرماتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہاں پڑاؤ کئے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ وہ سردار واپس آگیا۔ اور اُس نے بتایا کہ چونکہ آپ ملک سبا پر حملہ کرنے کیلئے جا رہے تھے۔ اور سبا کا علاقہ میرے ملک کا ایک حصہ ہے میں پہلے سے خبر لینے کے لئے وہاں چلا گیا۔ کیونکہ زبان اور قوم کے ایک ہونے کی وجہ سے میرے لئے وہاں کے حالات معلوم کرنا آسان تھا۔ مجھے اس بات کا یقینی طور پر علم حاصل ہو چکا ہے کہ اسوقت اس ملک میں ایک عورت حاکم ہے۔ لیکن غضب کی حاکم ہے۔ ہر قسم کے سازوسامان اسکے پاس موجود ہیں اور اسکی بادشاہت بہت بڑی ہے۔ (اور ہر نعمت اسے حاصل ہے) سے یہ مراد نہیں کہ ملکہ سبا کو ہر نعمت میسر ہے۔ کیونکہ اگر اسے ہر نعمت میسر ہوتی تو جب اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تحفہ بھیجا تھا تو آپ اسوقت یہ نہ کہتے کہ میرے پاس تو اس سے بھی بڑھ کر چیزیں ہیں۔ میں ان تحفوں سے کیونکر متاثر ہو سکتا ہوں پس حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ کہنا کہ میرے پاس تو ملکہ سبا سے بھی بڑھ کر مال و دولت اور سامان موجود ہے بتاتا ہے کہ (ہر نعمت اسے حاصل ہے) سے صرف یہ مراد ہے کہ ملکہ سبا کو اپنی مملکت کے لحاظ سے جسقدر چیزوں کی ضرورت ہو سکتی ہے وہ تمام چیزیں اسے میسر ہیں۔ اور وہ بڑی بیدار مغز حکمران ہے۔ شائد یہ کہہ کر اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ڈرانا چاہا کہ کہیں وہ اسکے ملک کے ایک حصہ پر قبضہ نہ کر لیں۔ لیکن ساتھ ہی اس نے ایسی بات کہہ دی جسکی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ارادہ میں اور بھی پختہ ہو گئے اور وہ یہ کہ میں نے ملکہ اور اسکی قوم کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی پرستش کرتے دیکھا ہے۔ اور شیطان نے ان کو اپنے اعمال پر بڑا نازاں کر دیا ہے اور توحید کے رستہ سے ہٹا دیا ہے اور وہ اس بات پر مصر ہیں کہ اس خدا کو سجدہ نہ کریں جو آسمان اور زمین کے تمام چھپے رازوں کو ظاہر کرنے والا ہے اور جس نے سورج اور چاند کو محض ایک خادم کی حیثیت دی ہے۔ اور علوم ظاہری اور باطنی اپنے انبیاء کو بتاد ئیے ہیں۔ وہ اللہ جو کہ موحدوں کا خدا ہے۔ اس کی بادشاہت اس ملکہ کی بادشاہت سے بہت بڑی ہے۔ اور ضرور اسکی بادشاہت غالب آئے گی۔ اس طرح اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خوش کرنے کی کوشش کی اور بتایا کہ وہ بلاوجہ غیر حاضر نہیں رہا۔ بلکہ اس نے ملکی مفاد کے لئے یہ تحقیق کرنا ضروری سمجھا تھا۔

اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ بہت اچھا ہم نے جانا تو ضرور ہے۔ ہم وہاں جا کر دیکھیں گے کہ تو نے سچ بولا ہے یا ایک جھوٹی رپورٹ پیش کر دی ہے۔ تو میرا یہ خط لے جا۔ اور ان لوگوں کے سامنے جا کر انہیں یہ خط پیش کر دے۔ اور پھر ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جائیو۔ اور دیکھیو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

ذرا دیکھو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسا عقلمند نبی ایک پرندے کو کیا نصیحت کرتا ہے۔ کبوتروں کی گردن میں تو لوگ خط باندھا ہی کرتے تھے مگر ہدہد کو ڈاکیہ بنانے کا لطیفہ ہمارے مفسرین کو ہی سوجھا ہے۔ پھر ایک بے عقل جانور کو کیسے آداب سکھائے جاتے ہیں۔ کہ براہ راست ملکہ کے ہاتھ میں خط نہ دیجیو کیونکہ یہ ایک بے ادبی سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ اس کے درباریوں کے سامنے خط رکھیو۔ وہ خود اسکے آگے خط پیش کر دیں گے۔ جیسا کہ سلطانی آداب میں یہ بات شامل ہے۔ پھر جلدی سے جواب نہ مانگیو۔ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہی پرندوں کی بولی نہیں آتی تھی۔ بلکہ ملکۂ سبا کو بھی آتی تھی اور مناسب انتظار کے بعد جب وہ جواب دیں تو لے آئیو۔ جب ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملکہ کے درباریوں کے آگے رکھدیا اور انہوں نے ملکہ کے آگے پیش کر دیا۔ تو ملکہ نے کہا ایک بڑا معزز خط میرے آگے پیش کیا گیا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اسکے شروع میں (اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمان اور رحیم ہے) لکھی ہے۔ اور اس کا مضمون یہ ہے کہ میرے خلاف سرکشی مت کرو۔ اور فرمانبردار ہو کر میرے حضور حاضر ہو جاؤ۔

دیکھو! یہ کتنا واضح اشارہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بلاوجہ اس ملک کیطرف نہیں گئے تھے۔ بلکہ پہلے اس ملک کے لوگوں نے کوئی سرکشی کی تھی۔ اس سرکشی کو دبانے کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یمن کا رخ کیا تھا۔ اور اسی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا کہ اگر تم فرمانبرداری اختیار کرو گے تو میں تمہارا پہلا قصور معاف کر دوں گا

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے خط سے پہلے جو (اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمان و رحیم ہے) کے الفاظ لکھے ہیں۔ ان کو دیکھ کر دشمنان اسلام کی طرف سے بالعموم یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم نے اپنی ہر سورۃ کے ابتدا میں جو (اللہ کے نام کے ساتھ) لکھی ہے وہ درحقیقت پرانی کتب کی ایک چوری ہے۔ اور پہلے لوگ بھی اس کا علم رکھتے تھے۔ چنانچہ راڈول لکھتا ہے کہ یہ کلمہ یہودی الاصل ہے (وہیری صفحہ ۲۸۶ جلد اول) اور وہیری لکھتا ہے کہ یہ امر یقینی ہے کہ یہ کلمہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودیوں اور صابیوں سے مستعار لیا ہے۔ آخر الذکر ہمیشہ اپنی تحریروں سے پہلے یہ لکھا کرتے تھے "بنام یزدان بخشائش گر دادار (وہیری صفحہ ۲۸۹ جلد اول) پادری سینٹ کلیئر ٹسڈل صاحب نے اپنی کتاب "ینابیع الاسلام" میں اس عبارت کو زرتشتیوں کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ کتاب دساتیر میں ہر نبی کے صحیفہ سے پہلے یہ عبارت ہے "بنام ایزد بخشائش گر مہربان دادگر"

(اردو ترجمہ ینابیع الاسلام صفحہ ۱۲)

یہ عجیب بات ہے کہ تین مسیحی مصنف اس آیت کو مسروقہ ثابت کرنے کے لئے تین سرچشمے اس کے بیان کرتے ہیں ایک یہودیوں کو اس کا سرچشمہ بتاتا ہے دوسرا صابیوں کو تیسرا زرتشتیوں کو۔ ان لوگوں کا اس آیت کو مسروقہ ثابت کرنے کے لئے اس قدر کوشش کرنا خود اس امر کا ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک یہ آیت اپنے معنوں کے لحاظ سے ایک سمندر ہے۔ ورنہ ان کا یہ لکھ دینا ہی کافی ہوتا کہ اس آیت کے مضمون میں کوئی خاص خوبی نہیں۔ پھر سوال یہ ہے کہ تینوں سرچشموں میں سے اصل سرچشمہ کون سا ہے۔ تینوں قوموں کو اس آیت کا موجد تو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پس ضروری ہے کہ یہ مسیحی مصنف یا ان کے شاگرد یہ تصفیہ بھی کر لیں کہ آیا یہودیوں نے زرتشتیوں یا صابیوں سے چرایا ہے یا برعکس معاملہ ہے۔

یہ لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہودیوں میں اس کلمہ کے استعمال کا ایک بھی حوالہ نہیں دیا گیا۔ اور نہ وہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ کہ جن میں یہودی اس مضمون کو بیان کیا کرتے تھے۔ بلکہ باوجود اس بات کے کہ مسیحیت یہودیت کی ایک شاخ ہے اور یہودی کتب گویا مسیحیوں کی اپنی مذہبی کتب ہیں پھر بھی مسیحی مصنف یہودی کتب کا حوالہ نہیں دے سکے۔ اور نہ ان کے الفاظ نقل کر سکے۔ البتہ زرتشتیوں اور صابیوں کی کتب کے حوالے انہوں نے نقل کر دئے ہیں۔ جس سے یہ بات اور بھی روشن ہو جاتی ہے کہ اس آیت کے حسن کو دیکھ کر وہ کچھ ایسے بدحواس ہو گئے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی مذہبی کتب میں اس کا وجود ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

باقی رہے صابی اور زرتشتی صابیوں کی کتب تو محفوظ نہیں۔ ہاں زرتشتیوں کی کتب کے بعض حصے اس وقت بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان کتب کی نسبت خود زرتشتی لوگ کہتے ہیں کہ وہ اصل صورت میں محفوظ نہیں ہیں۔ پس کیا تعجب ہے کہ ان کے بعض حصے اسلام کے بعد ہی بنائے گئے ہوں۔ لیکن اگر ان کتب کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی قرآن کریم پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ کیونکہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہی نہیں کہ یہ آیت پہلی دفعہ قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے بلکہ وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ یہ آیت پہلے بھی دنیا میں موجود تھی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو خط ملکہ سبا کو لکھا۔ اس کے الفاظ بتائے گئے ہیں (اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمان و رحیم ہے) پس اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ یہود یا زرتشتیوں یا صابیوں یا کسی اور قوم میں یہ آیت پہلے سے موجود تھی تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جب قرآن کریم خود تسلیم کرتا ہے۔ کہ یہ آیت حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم تھی تو جو آیت حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم تھی وہ یقیناً ان کے اتباع کو بھی معلوم ہو گی اور بالکل ممکن ہے کہ دوسری قوموں کے نبیوں کو بھی معلوم ہو۔ فرق صرف یہ ہے کہ قرآن کریم میں اس کا مضمون عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور پہلی قوموں میں ان کی اپنی زبان میں ہو گا۔ مگر بایں ہمہ قرآن کریم میں ہر سورۃ سے پہلے اس آیت کی موجودگی نقل نہیں کہلا سکتی کیونکہ قرآن کریم میں اس آیت کا وجود ایک پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ہے۔ اور جو کلام کسی نئی غرض کے لئے دہرایا جائے اور کسی خاص فائدے کے لئے اختیار کیا جائے وہ نقل یا چوری ہرگز نہیں کہلاتا۔

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) فرماتے ہیں:

"جو لوگ اپنے بچوں کی طرف بچپن سے ہی توجہ کرتے ہیں انکے دل میں دین کی محبت ڈالتے ہیں۔ اچھی عادتیں ان کے اندر پیدا کرتے ہیں۔ ان کو اللہ کے فضل کے ساتھ بڑے ہو کر کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امۃ الرفیق ظفر

دخت کرام

لے اک طرف دخت مبارک اک طرف دخت کرام
ترے گلشن میں لگے ہیں کس قدر شیریں ثمر

حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مبشر اولاد میں سے آخری اور سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپ ۲۵ جون ۱۹۰۴ء کو حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (اللہ تعالیٰ کی آپ پر بے حد رحمتیں نازل ہوں) کے بطن مبارک سے تولد ہوئیں۔ آپ اس گلشن کا وہ حسین پھول تھیں جکی ولادت باسعادت اور حیات طیبہ کے متعلق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو بشارات دی گئی تھیں۔ جیساکہ حضرت اقدس (آپ پر سلامتی ہو) نے آپ کی پیدائش کے ذکر میں فرمایا "۲۵ جون ۱۹۰۴ء روز شنبہ آج ۲۵ جون ۱۹۰۴ء روز شنبہ کو یعنی اس رات کو جو جمعہ کا دن گذرنے کے بعد آتی ہے۔ مطابق ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ ہجری۔ میرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اور اسکا نام امۃ الحفیظ رکھا گیا ہے۔ یہی وہ لڑکی ہے جسکی نسبت (اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی تھی) حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ (اللہ تعالیٰ کی آپ پر بے شمار رحمتیں ہوں) کا بابرکت وجود حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (آپ پر سلامتی ہو) کی صداقت کا زندہ نشان تھا۔ جیساکہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حقیقت الوحی ص۲۱۸ میں فرماتے ہیں۔ چالیسواں نشان یہ ہے کہ اس لڑکی کے بعد ایک اور لڑکی کی بشارت دی گئی ہے۔ جسکے الفاظ یہ تھے کہ دخت کرام چنانچہ الحکم اور البدر اخباروں اور شاید ان دونوں میں سے ایک میں شائع کیا گیا۔ اور پھر اسکے بعد لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام امۃ الحفیظ رکھا گیا اور وہ اب تک زندہ ہے

حقیقت یہ ہے کہ آپ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے صبر جمیل کا وہ شیریں پھل تھیں جسکا مظاہرہ انہوں نے اپنی بیٹی امۃ النصیر کی وفات پر پیش کیا تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا نام اور آسمانی تحفہ دخت کرام کے بابرکت الفاظ سے یاد کیا جانا ایک خاص انعام کے طور پر تھا۔

مئی ۱۹۰۴ء میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بابرکت ولادت سے مطلع فرماتے ہوئے بتایا۔ "دخت کرام" یعنی ایک لڑکی ہوگی جو ہر جہت سے کریموں کی دختر ہوگی۔

دخت کرام کے آسمانی نام سے آپ کے تمام حسنات جمیلہ اور اوصاف حمیدہ سے متصف ہونے کی بشارت بشارت دی گئی۔ وہاں ان الفاظ میں آپ کی درازی عمر کی (خدائی خبر) بھی مضمر تھی۔ کہ دنیا آپ کے اوصاف حمیدہ اور شمائل جمیلہ کا مشاہدہ کرتے ہوئے یہ اعتراف کرے گی کہ حقیقت میں آپ دخت کرام تھیں اور خدا تعالےٰ کی محبت اور صفت حفیظ کا مظہر تھیں۔

آپ جب چار سال کی ہوئیں تو آپ کے والد ماجد حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ وفات پا گئے۔ چنانچہ آپ کی پرورش حضرت اماں جان اور آپ کے بڑے بھائی حضرت فضل عمر نے اپنی بچیوں کی طرح بے پایاں شفقت و محبت سے کی۔ آپ کی تربیت میں توفیقِ ایزدی جس مثالی وجود کی پرورش مقصود تھی۔ اس کا اندازہ آپ کی نظم آمین سے ہوتا ہے۔ جو صاحبزادی صاحبہ کے ۷ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید مکمل پڑھ لینے پر آپ نے کہی۔

۱۱ سال کی عمر میں آپ کا نکاح حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب سے ۷ جون ۱۹۱۵ء کو پڑھا گیا۔ آپ کے نکاح کے خطبہ اور اعلان کا شرف حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کو حاصل ہوا۔ حضرت مولانا صاحب کو قبل از وقت اس خطبہ نکاح کی سعادت کے متعلق ایک رؤیا کے ذریعے بشارت دے دی گئی تھی۔ آپ کے رخصتانہ کی تقریب سعید ۲۳ فروری ۱۹۱۷ء کو عمل میں آئی۔ آپ کے شوہر گرامی حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی پہلی بیگم سے دوسرے صاحبزادے تھے۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سچے جان نثار اور نوابی میں بھی درویشی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

آپ دونوں کی زندگی حقیقت میں قدر شناسی، وفاشعاری، اور خدمت و محبت کا ایک حسین نمونہ تھی۔

۸ فروری ۱۹۴۹ء کو حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب پر دل کی بیماری کا شدید حملہ ہوا۔ آپ مستقل طور پر صاحب فراش ہوگئے آپ کی اس لمبی بیماری میں حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے خدمت کا وہ نمونہ دکھایا جس کی مثال ملنا محال ہے۔

قدر شناس خاوند نے بھی اس بیمثال خدمت کو سراہتے ہوئے تحریر فرمایا "یہاں اگر اپنی حضرت دخت کرام امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا ذکر نہ کروں تو نہایت ناشکری اور ظلم ہوگا۔ یہ نور کا ٹکڑا حضرت صاحب کا جگر گوشہ کس خدمت اور کس نیکی کے عوض مجھے حاصل ہوا ہے۔ اس بات کو سوچ کر میں ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہوں۔ اس اللہ تعالیٰ کی بندی نے اپنے اوپر آرام کو حرام کر لیا رات دن جاگتے ہوئے کاٹتی تھیں۔

یہ نازو نعمت کی پلی جو کہ ریشم و اطلس کے لحافوں میں آرام کی عادی تھیں۔ زمین پر چند منٹ کے لئے سر ٹیک کر آرام کر لیتی تھیں۔ چند منٹ کا آرام اگر میسر آجائے تو آجائے ورنہ ہر وقت چوکس اور ہوشیار میرے کام کے لئے مستعد ہوتی تھیں۔

میری باوفا پیاری بیوی نے کسی کی امداد پر بھروسہ نہیں کیا۔ بلکہ ان کی یہی خواہش اور آرزو رہتی تھی کہ خود ہی میرا کام کریں۔ اگر کسی دوسرے کو کام کہتا تاکہ ان کو آرام ملے تو اس سے خوش ہونے کی بجائے ناراض ہوتیں"

اب دیکھو اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے صرف مجھے دنیا ہی نہیں بلکہ اپنے بے شمار رحم اور کرم فرماکر حقیقی معنوں میں مجھے عبداللہ بنا دیا ... میں اپنے آپ کو حضرت ... کی دو بیٹیوں کا خادم سمجھتا ہوں میری ساری کوشش اور محنت صرف اسلئے ہے کہ اس پاک وجود کے جگر پارے آرام پائیں جنمیں سے اللہ تعالیٰ نے ایک کو میرے والد اور ایک کو میرے سپرد کیا ہے۔

(سیرت نواب عبداللہ خانصاحب ص۶۸ رفقائے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

۲۵ اگست ۱۹۶۲ء کا دن احمدیت کی تاریخ میں ایک یادگار دن ہے۔ جب عظیم الشان الٰہی نشانوں کی مظہر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی لخت جگر حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم سعادت عطا فرمائی کہ آپ کے مقدس ہاتھوں سے عیسائیت کے گڑھ سوئٹزرلینڈ میں بیت الذکر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اور آپ نے اس موقعہ پر سوئس لوگوں کو یہ پیغام دیا۔ "دین حق کو بغیر کسی تعصب کے پڑھیں اور اسکی دعوت پر غور کریں"

جہاں آپ کی دین حق سے سچی اور دلی محبت ظاہر و باہر ہے وہاں آپ کی اس شدید تڑپ کا اظہار بھی ہے کہ کاش ہر لوگ دین حق قبول کر لیں۔

آپ وہ بابرکت ہستی تھیں جنہیں چاروں آئمہ احمدیت کے ادوار دیکھنے نصیب ہوئے آپ نے خدائی نصرت کے نظارے دیکھے اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (آپ پر سلامتی ہو) کی روز روشن کی طرح پوری ہونے والی باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کو یہ سعادت عظمیٰ بھی حاصل ہوئی کہ حضرت امام جماعت الرابع ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب امام منتخب ہوئے تو آپ نے اپنے متبرک ہاتھوں سے سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مبارک انگوٹھی آپ کو پہنائی۔

آپ مستجاب الدعوات تھیں آپ کے لب کبھی دعائیں کرتے نہ تھکتے تھے۔ آپ تو دعاؤں کا انمول خزانہ تھیں۔ آپ کی دعاؤں کی برکت سے لوگوں کی زندگیاں بدل جاتی تھیں آپ نے کامیاب زندگی گذارنے کیلئے کتنا اعلیٰ اور ارفع گر بتایا ہے۔ "بس دعا نہ چھوڑو اللہ سے رشتہ جوڑ لو سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا" حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب رقم فرماتے تھے۔ "میں نے اکثر اوقات دیکھا ہے کہ ان کو کسی چیز کی خواہش پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اسکو آناً فاناً مہیا کرنے کے سامان پیدا کر دیئے۔ میرے پر جو بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اور عنایات ہیں وہ اسی کے طفیل ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ چار سال کی عمر میں اسکو اپنے مولا کے سپرد کر گئے تھے۔ جب سے ہی وہ اپنے مولا کی گود میں نہایت پیار سے رہتی ہیں۔ وہ میرے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے حرز کا کام دیتی ہیں

(رفقائے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ جلد دوازدہم
(ص۸۴ تا ص۸۷)

آپ روزانہ فجر کی نماز کے بعد التزام کیساتھ تلاوت قرآن پاک فرماتیں باوجود ضعف اور بیماری کے آپ تکیہ کے سہارے بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت فرماتیں یہاں تک کہ اپنی وفات کے دن بھی تلاوت کی۔ آپ قرآن مجید کے ہر حکم پر عمل پیرا ہونے کو سعادت سمجھتی تھیں۔

بچپن سے آپ نہایت ذہین و فطین، علم دوست تھیں، بہت بیدار مغز تھیں۔ اور بہت سلجھی ہوئی طبیعت کی مالک تھیں۔ معاملہ فہم تھیں۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی دخت کرام کیمتعلق ایک مضمون میں فرمایا کہ مہد کا زمانہ جو ہے یہ ضروری نہیں کہ پہلے چھ مہینے کا ہو یہ تو دودھ کا زمانہ کہلاتا ہے۔ مہد کا زمانہ تو تین چار سال پر ممتد ہوتا ہے۔ اس عمر میں بعض بچے بہت باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ میری بیٹی امۃ الحفیظ بیگم بھی جو کم و بیش اسی عمر کی ہے۔ بہت باتیں کرنے والی ہے اور بڑی ذہین بچی ہے۔

(مفہوم از ملفوظات جلد نہم ص۲۲۵)

حصول علم کا آپ کو بے حد شوق تھا۔ آپ نے شادی کے بعد میٹرک، ادیب عالم، اور انگریزی میں ایف اے کیا۔ اردو ادب کے علاوہ انگریزی ادب بھی کافی پڑھا ہوا تھا۔

ایک انگریز عورت نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی غیر معمولی ذہانت کا اعتراف اپنے خط میں آپ کی صاحبزادیوں سے یوں

باقی ص۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صاحبزادی فوزیہ شمیم صاحبہ

یادِ رفتگان

(سعدیہ)

وہ پیدا ہونے والی ہوئی تو ہم دونوں میاں بیوی کی خواہش تھی کہ ہمارے ہاں لڑکی ہو۔ ۲۵ جنوری ۱۹۶۷ء کو سعدیہ پیدا ہوئی۔ میری امی حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ لیبر روم ہی میں میرے پاس آئیں۔ میرے ماتھے کو چوما اور فرمایا "غم نہ کرنا بچی کا۔ حضرت اماں جان فرمایا کرتی تھیں کہ پہلوٹھی کی بیٹی سات بیٹوں کے برابر ہوتی ہے۔ اور بچی تو ہے بھی بہت پیاری"۔ اور میں مسکرا کر چپ ہو گئی۔ امی کو کیا بتاتی کہ یہ بیٹی تو ہم دونوں نے خدا سے مانگ کر لی ہے۔

امی نے سعدیہ کی پیدائش سے پہلے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاں ایک بلی پیدا ہوئی ہے جو ان کو بالکل اپنے بچوں کی طرح پیاری ہے۔ بچے کی صحت کے متعلق بہت متفکر تھیں لیکن جب گول مٹول ۸½ پاؤنڈ کی صحت مند پیاری سی سعدیہ پیدا ہوئی تو فوراً ان کے دل میں اتر گئی۔ ساری ساری رات وہ اس کے ساتھ جاگتیں اور جب وہ زیادہ روتی تو اس کو اپنا دودھ پلا کر خاموش کرا دیتیں۔ لیکن مجھے نہ جگاتیں۔ سعدیہ کو یہ سعادت حاصل تھی کہ امی کے اپنے بچوں کے بعد خاندان میں سے وہ پہلا بچہ تھی جس کو امی نے مامتا کے جوش میں اپنا دودھ پلایا۔ اس عمر میں دودھ کیا اترنا تھا۔ پر بچی امی کے سینے سے لگ کر خاموش ہو جاتی۔ یہ مامتا سعدیہ کے لئے امی کے دل میں ہمیشہ قائم رہی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہی اور عشقیہ کیفیت اختیار کر گئی۔ ہم جہاں بھی تبدیل ہو کر جاتے امی سعدیہ کی وجہ سے وہاں کھنچی چلی آتیں۔ جب ربوہ میں ہوتیں تو سارا وقت اس کے لئے ننھے منے کپڑے سلوا کر بھجواتی رہتیں۔ کبھی ربوہ کے دواخانوں سے دیسی ادویات بنوا کر بھجواتی رہتیں۔ یہ ضروری نہ ہوتا کہ وہ بیمار ہی ہوتی بلکہ بعض اوقات تو محض حفظِ ماتقدم کے طور پر گرمی سردی کے لئے دوائیں آجاتیں۔

تین سال تک وہ انتہائی صحت مند اور شوخ و شریر بچی تھی۔ چوتھے سال میں قدم رکھتے ہی اس کو کالی کھانسی ہوئی جس نے آہستہ آہستہ دمہ کا روپ دھار لیا۔

پی۔ آئی۔ اے میں ہوتے ہوئے ہمیں علاج معالجے کی سہولت تھی۔ کوئی دنیا کا علاج نہیں چھوڑا۔ کبھی انگریزی کبھی دیسی۔ کبھی ہومیوپیتھک لیکن اس مرض نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ امی کی خواب نے پورا ہونا تھا۔ وہ ہو کر رہی۔ اکثر آپ اس خواب کا ذکر کرتیں اور دعائیں مانگتیں اور لوگوں سے بھی دعا کے لئے کہتی رہتیں۔ شاید ہی کوئی ملنے والا ایسا ہو جس کو سعدیہ کے لئے دعا کو نہ کہا ہو۔

سعدیہ امی کی تو لاڈلی تھی ہی۔ میرے لئے بھی وقت کے ساتھ ساتھ اس کا پیار ایک عجیب کیفیت کا حامل ہوتا گیا۔ راتوں کو اس کے لئے جاگنا اور دن کو دوائی کے چمچے لے کر اس کے پیچھے پھرنا میری زندگی کا معمول بن گیا تھا۔ جب ہماری تبدیلی ٹوکیو ہوئی تو مدتوں کے بعد سعدیہ کا دمہ بہتر ہو گیا۔ اور اس کی صحت عود کر آئی۔ لیکن یہاں بھی تقدیر نے ساتھ نہ دیا۔ میرے میاں کی اچانک وفات ہمیں پاکستان لے آئی اور اس کی بیماری دوبارہ بڑھ گئی۔

میری سعدیہ بڑی ہی باہمت اور باصبر بچی تھی۔ باپ کی جدائی اور ماحول کی تبدیلی۔ اس نے بڑے ہی صبر اور حوصلے سے برداشت کی۔ میرے میں تو ہمت نہ تھی کہ میں اتنی اتنی سی معصوم بچیوں کو اس المناک حادثے کا بتا سکتی۔ لیکن جب ہم جہاز پر پاکستان کے لئے روانہ ہونے لگے۔ تو سعدیہ نے مڑ کر میری طرف دیکھا اور سہمی ہوئی سی آواز میں پوچھا "امی ابو نہیں آئیں گے"۔ میں اس کو کچھ بھی نہ کہہ سکی اور نہ اس سے نظر ملا سکی۔ لیکن وہ سمجھ گئی۔ جہاز میں میں نے دیکھا کہ سعدیہ کی آنکھیں خاموشی سے آنسو برسا رہی تھیں۔ جنہیں وہ بار بار شیشے کی جانب منہ کر کے پونچھ لیتی تھی۔ اس کے بعد میری بیٹی نے کبھی اپنے ابو کا نام نہیں لیا۔ ابو کے ساتھ گزرے ہوئے دن اس کی زندگی کا قیمتی سرمایہ تھے جو اس نے اپنے دل کے نہاں خانوں میں بیش قیمت خزانوں کی طرح محفوظ کر لئے۔ اس کے شوہر نعمان نے مجھے اس کی وفات کے بعد بتایا کہ سعدیہ اس سے اپنی تمام پچھلی باتیں کر لیا کرتی تھی اور اتنی چھوٹی عمر کی باتیں بھی اس کو یاد تھیں کہ میں حیران ہو جاتا تھا کہ اس نے کس طرح ان کو یاد رکھا۔ لیکن شاید میری تکلیف کے خیال سے مجھ پر کبھی ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ گزرے ہوئے دنوں کو کس قدر یاد کرتی ہے۔

جن کو دمے کی تکلیف ہوتی ہے وہ شاید یہ جانتے ہوں کہ یہ کتنی تکلیف دہ بیماری ہے پر وہ ہمیشہ بڑے صبر اور حوصلے سے اپنی بیماری کو برداشت کرتی۔ بچپن میں جب دَوروں کی شدت زیادہ ہوتی تو اس کی آنکھوں میں اپنے ساتھ کے بچوں کو کھیلتے دیکھ کر ایک عجیب سی حسرت جھلکنے لگتی جو میرے دل کو کاٹ کر رکھ دیتی۔ میری زندگی کے دن اس کے لئے دعائیں کرتے اور دوائیں دیتے گزرتے تھے۔ چودہ سال کی عمر میں میں نے اس کو تین ماہ کے لئے انگلینڈ علاج کے لئے بھجوایا۔ ڈاکٹر حمید (جو آپا طاہرہ صدیقہ کے بھائی ہیں اور ان کی بیگم ساجدہ جو بھائی وقیع الزمان کی بیٹی ہیں) نے سعدیہ کو بہت پیار سے اپنے گھر رکھا اور اس کا مکمل چیک اپ کروایا۔ وہاں سے جو ڈاکٹری رپورٹ موصول ہوئی وہ بہت حوصلہ افزا تھی۔ ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ اس کا دمہ ایسا نہیں کہ فکر کر کے اس کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا جائے۔ یہاں پر تو یہ بیماری عام ہے۔ یہ بچی بہت ذہین ہے۔ اس کی ان صلاحیتوں کو اجاگر کر دیں۔ اس کا دمہ وقت کے ساتھ ساتھ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ پاکستان واپس آ کر سعدیہ میں ایک نمایاں تبدیلی آئی وہ پہلے سے بہت زیادہ خود اعتماد ہو گئی اور اپنی بیماری کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا اور پرواہ کرنی چھوڑ دی۔

سعدیہ کی طبیعت میں سنجیدگی، ٹھہراؤ، شوخی اور زندہ دلی کا حسین امتزاج تھا۔ ایک انجان انسان پر وہ بہت ہی سنجیدہ اور گھٹی ہوئی طبیعت کا اثر ڈالتی تھی۔ جلد بے تکلف نہ ہوتی تھی۔ لیکن اپنے بے تکلف ماحول میں زندگی سے بھرپور ہنستی کھلکھلاتی بچی تھی۔ طبیعت میں شرم و حیا کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ اپنی ہمجولیوں میں تو خوب ہنس بول لیتی تھی۔ لیکن بزرگوں کی مجلس میں خاموش رہتی۔ چھوٹی سی عمر میں شادی ہو کر امریکہ چلی گئی۔ میں نے اس کی کم عمری کو مدِنظر رکھتے ہوئے جانے سے پہلے سمجھایا کہ دیکھو سعدیہ وہاں جا کر یہ سمجھنا کہ تم حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خاندان کا نمائندہ ہو۔ اگر تم نے پردہ میں کوتاہی کی تو خدا اور امامِ وقت کو ناراض کر دو گی۔ مجھے اس بات سے ہمیشہ بہت ہی خوشی ہوئی کہ نعمان اور سعدیہ وہاں کے ماحول میں خوب گھل مل کر رہے۔ ان کی دوستی کا دائرہ خوب وسیع تھا لیکن ہمیشہ پردے کی حفاظت کی۔ یہاں تک کہ سعدیہ نے کئی بار کھیلوں میں بھی حصہ لیا تو برقعہ پہن رکھا تھا۔ شروع شروع میں وہاں لوگوں نے اس کو برقعہ میں دیکھ کر کہا "دیکھیں گے یہ کتنے دن چلتا ہے"۔ سعدیہ کے سکول کے زمانے کی ایک گہری دوست کا گھرانہ بھی اتفاقاً وہیں تھا۔ سعدیہ نے مجھے خط لکھا کہ یہ سن کر آنٹی نے ان لوگوں کو جواب دیا "کسی کا چلے نہ چلے اس کا ضرور چلے گا"۔ میری بھانجی (جو بیماری میں اس کے پاس چلی گئی تھی) نے مجھے خط میں لکھا کہ بہت سے لوگ جو عیادت کے لئے ہسپتال آتے تھے۔ یہی کہتے تھے کہ ہم اُس کو جانتے تو نہیں لیکن ہم اس ہنستی مسکراتی لڑکی کو دیکھنے آئے ہیں جو ہمیشہ برقعہ پہنے رکھتی تھی۔

بعض لوگ دنیا میں پیار لینے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ سعدیہ بھی انہی لوگوں میں سے تھی۔ امی کو تو اس سے عشق تھا ہی پر میں ہمیشہ محسوس کرتی کہ جو بھی اس کے قریب آتا اس سے محبت کرنے لگ جاتا۔ امی کی وجہ سے عزیز رشتہ دار بھی اس سے بہت پیار کرتے۔ اس کی بیماری کی وجہ سے میں اس کے لئے دعائیں بھی بہت کرواتی۔ سلسلے کے بیشتر بزرگ سعدیہ کے نام سے خوب واقف تھے۔ سعدیہ کی بڑی پھوپھی بیگم مرزا انور احمد قادیان گئیں تو کہنے لگیں وہاں اکثر گھرانے سعدیہ کا پوچھ رہے تھے۔ امی بھی اس کے لئے بہت دعائیں کرتیں۔ ابھی یہ نو سال کی تھی کہ امی نے مجھے خط لکھا کہ میں نے اوپر تلے دو خوابیں دیکھی ہیں کہ سعدیہ کی منگنی سولہ سال کی عمر میں ہو رہی ہے۔ امی کی خواب کے عین مطابق سولہ برس کی عمر میں ہی اس کا رشتہ میرے بھانجے مرزا نعمان احمد سے طے پا گیا اور امی کی خواب کو پورا کرنے کی نیت سے اس کی منگنی کی تقریب بھی منائی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا سعدیہ سے خاص رحمانیت کا سلوک تھا۔ چھوٹی سی عمر میں بہترین رشتہ ہوا۔ خالہ چچا نے بے انتہا عزت و قدر سے لیا۔ نعمان نے بے انتہا محبت و پیار دیا۔ دیکھنے والے ان کو مثالی جوڑا کہتے تھے۔ اس کی خواہشیں اس طرح پوری ہوتیں کہ میں حیران رہ جاتی۔ آپا شاما کے اپنی کوئی بیٹی نہیں اس لئے انہوں نے اس کے بہت ارمان کئے کچھ امی کی خوشنودی کا خیال ہو گا۔ کچھ اپنی بیٹی کی حسرت بھی سعدیہ سے ہی پوری کی۔

سعدیہ کی منگنی دو سال رہی اور دو ہی سال شادی کا عرصہ گذارا۔ میں نے خاص بات اس دوران محسوس کی جس سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجھے بے انتہا خوشی بھی ہوتی ۔ باوجود اس کے کہ اتنی کم عمری میں بے انتہا لاڈ پیار۔ ارمان اس کے ہوتے رہے ۔ بڑی امی صدقے واری ہوتیں اُدھر خالہ ہاتھوں ہاتھ لیتیں۔ ہر خواہش اس کی پوری ہوتی ۔ آپا شاما کو مَیں روکتی رہتی کہ دیکھیں چھوٹی عمر ہے زندگی میں ہر وقت انسان کے ساتھ آتا ہے ۔ اتنا نہ اس کو بگاڑیں۔ لیکن آپا شاما میری ایک نہ سنتیں ۔ سب بیٹوں کو کہہ رکھا تھا کہ سب کی بیویوں سے پیار کروں گی ۔ لیکن سعدیہ کا مقابلہ نہ کرنا۔ ان کے بیٹے بھی اس سے غیر معمولی محبت کرتے۔ محمود احمد (جو نعمان سے چھوٹا ہے) نے بڑی امی کو تو یہاں تک خط لکھا کہ بڑی امی آپ سعدیہ کی فکر نہ کریں اس کے راستے کا ہر کانٹا ہم اپنے سینے پر لیں گے ۔ امی نے یہ خط اب تک سنبھالا ہُوا تھا۔ وفات کے بعد ان کے کیش بکس سے نکلا ۔ اس کے باوجود سعدیہ میں وہی عجز و انکساری قائم رہی ۔ مَیں نے کبھی اس میں فخر یا غرور کا شائبہ بھی نہیں دیکھا ۔ اچھے سے اچھا پہنتی لیکن کبھی آگے آنے کی کوشش نہ کرتی ۔ اللہ میاں کو شاید اس کی یہ ادا ہی پسند تھی۔ چھوٹی سی زندگی ملی ۔ لیکن خوشیوں اور پیار سے بھرپور ایک دن مَیں نے اس کو سمجھایا کہ بیٹے جب اللہ میاں کے اتنے فضل ہوں تو اس کے شکر کا حق بھی ادا کرتے ہیں ۔ مجھے ہمیشہ اس سے شکوہ رہتا تھا کہ لمبی لمبی نمازیں نہیں پڑھتی ۔ لیکن ہر شخص کا انداز خدا سے محبت کا جدا ہوتا ہے ۔ دو تین دن کے بعد مجھے کہنے لگی "امی مَیں آپ کے کہنے پر لیٹے لیٹے دعائیں کر رہی تھی ۔ نیم غنودگی میں مجھے محسوس ہُوا کہ اللہ میاں بڑے پیار سے میرے چہرے پر ہاتھ پھیر رہے ہیں ۔ مَیں نے کہا بیٹے یہ تو محض اللہ کا فضل ہے ۔ نہ جانے تمہاری کونسی ادا اللہ کو بھا گئی کہ اتنے پیار کا اظہار کیا ۔

اس کی طبیعت میں بہت انکساری تھی ۔ گھر کے سارے ملازم اس سے خوش رہتے میرے گھر سے نکلتے ہی جو کام کرنے والی لڑکی ہوتی اس کو لے کر بیٹھ جاتی ۔ کبھی اس کے بال بن رہے ہوتے کبھی اور کوئی شغل لگا لیتی ۔ مجھے اکثر کہتی امی گھر میں کام کرنے والوں کو نوکرانی یا نوکر نہ کہا کریں ۔ بُرا لگتا ہے ۔ بس اتنا کہہ دیا کریں کہ یہ ہمارے ہاں کام کرتے ہیں ۔ زہرہ امی کے پاس سولہ سترہ سال رہی اس سے بچپن سے دوستی تھی ۔ اس کی شادی سے پہلے یہ امریکہ چلی گئی ۔ زہرہ کی شادی سے کچھ دن پہلے اپنے دیور محمود کو خاص طور پر فون کر کے تاکید کی کہ زہرہ کی شادی کی تصاویر ضرور لینا ۔ اس کو بہت شوق تھا ۔ آپا شاما کو فون پر ایک معقول رقم بتائی کہ میری طرف اس کو تحفۂ شادی دے دیں ۔ کچھ دنوں کے بعد اس کے نام ایک مبارکباد کا کارڈ بھی آیا ۔ جب زہرہ کو ملا تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائی ۔

میرے دل میں ہمیشہ سے یہ حسرت رہی کہ ایک بیٹا ہوتا تو اس کی زندگی وقف کرتی ۔ اس کا ذکر گاہے گاہے گھر میں کرتی رہتی ۔ سعدیہ ابھی چھوٹی ہی تھی کہ ایک دن مجھے بڑی معصومیت سے کہنے لگی ۔ "امی مَیں نے اپنا بیٹا وقف کر دیا ہے اس کا نام سعد ہوگا" ۔ ذرا بڑی ہوئی تو پھر سے تو کہنا چھوڑ دیا لیکن تمام دوستوں کو بتایا ہُوا تھا کہ میرا بیٹا ہوگا اور اس کو مَیں وقف کروں گی ۔

بیماری سے ہفتہ پہلے میری اس سے بڑی لمبی بات ہوئی ۔ اس نے مجھے بتایا کہ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اس ماہ شاید تم حاملہ ہو جاؤ ۔ مَیں نے سعدیہ کو اس کا وعدہ یاد دلایا تو کہنے لگی امی مجھے اچھی طرح یاد ہے اور مَیں دُعا بھی کر رہی ہوں ۔ اس کی آخری بیماری میں جب وہ بیہوش تھی پتہ چلا کہ وہ واقعی حاملہ تھی اور بعض اوقات حمل کے شروع دنوں میں دمہ کا ایسا ہی جان لیوا حملہ ہو جاتا ہے ۔

ایک حدیث ہے (۔) یعنی عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے ۔ حضرت بانیٔ سلسلہ ملفوظات جلد ششم میں فرماتے ہیں :
" اگر انسان نیکی نہ کر سکے تو کم از کم نیکی کی نیت تو رکھے کیونکہ ثمرات عموماً نیتوں کے موافق ملتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ دنیوی حکام بھی اپنے قوانین میں نیت پر بہت بڑا مدار رکھتے ہیں اور نیت کو دیکھتے ہیں ۔ اسی طرح دینی امور میں بھی نیت پر ثمرات مرتب ہوتے ہیں پس اگر انسان نیکی کرنے کا مصمم ارادہ رکھے اور نیکی نہ کر سکے تب بھی اس کا اجر مل جاوے گا" ۔ سعدیہ کے سعد کو میں اب بھی خدا سے مانگتی ہوں ۔ اللہ اس کی نیت کو قبول فرمائے اور میری نسل سے وہ سعد پیدا کرے جس کی میری بیٹی نے خواہش

باقی ص۷ پر

بقیہ : ص۴ سے آگے

کیا کہ " میں ان سے مل کر اس قدر متاثر ہوئی تھی کہ ایک چھوٹے سے قصبے میں رہنے والی بزرگ خاتون دنیا کے حالات سے کس قدر ENLIGHTENED ہیں
(رسالہ مصباح جنوری فروری ۱۹۸۸ء ص۶۹)

قرآنی حکم پردہ کی بڑی سختی سے پابند تھیں یہاں تک کہ ڈاکٹروں کے سامنے بھی اپنا چہرہ ڈھانپ لیتیں اور فرماتی تھیں " اللہ تعالیٰ کا حکم ہے عورت غیر مرد سے پردہ کرے ۔ اس لئے میں کیوں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کروں" ۔
رسالہ مصباح جنوری، فروری ۱۹۸۸ء ص۱۲۵

قدرت ثانیہ سے آپ کو بے حد مخلصانہ تعلق تھا اور بے حد وابستگی تھی آپ حضرت امام جماعت (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بے حد عزت و احترام فرماتی تھیں بچپن میں آپ کو طاری کہتی تھیں ۔ لیکن جب آپ قدرت ثانیہ کے چوتھے مظہر بنے تو ہمیشہ پیار و عزت کے ساتھ میاں طاہر بلاتیں آپ ملنے آتے تو ادب کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ جاتیں اور اپنے پاس بٹھاتیں ۔ آپ کی اجازت اور مشورہ کے بغیر کوئی اہم کام سرانجام نہ دیتی تھیں ۔

حضرت امام وقت بھی آپ کا بے حد عزت و احترام کرتے اور اپنی والدہ کی طرح ان سے پیار و محبت کرتے ۔ جیسا کہ آپ نے اپنے جذبات کا اظہار آپ کی وفات کے بعد یوں کیا ۔

" حضرت پھوپھی جان کے ساتھ میرا ایک اور تعلق یہ بھی تھا کہ میری والدہ کو ان سے بہت پیار تھا ۔ بچپن سے آنکھ کھلتے ہی جب سے ہوش آئی ہے ۔ میں نے اپنی والدہ کو بھی پھوپھی جان کے لئے غیر معمولی محبت کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے پایا ۔ اور پھوپھی جان کو بھی جواباً آپ سے تعلق تھا اس لئے حضرت پھوپھی جان میرے لئے تو ایک طرح سے والدہ ہی تھیں ۔ جو فوت ہو گئیں" ۔
(خطبہ جمعہ ۸ مئی ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

آپ (اللہ کے اخلاق پیدا کرو) کی جیتی جاگتی تصویر تھیں ۔ آپ کا وجود سراپا حسن و احسان تھا ۔ آپ پاک طینت، پاک خو اور پاک سیرت تھیں ۔ آپ کا مزاج نہایت پاکیزہ تھا ۔ شرم و حیا آپ کا زیور تھی ۔ آپ اپنے آسمانی نام دخت کرام کے مطابق بہت زیادہ فیاض اور مہربان اور مہمان نواز تھیں یہ بات آپ کی طبیعت کا حصہ تھی کہ اگر کھانے کے وقت کوئی مہمان آجاتا تو اسے کھانا کھائے بغیر جانے کی اجازت نہ دیتی تھیں ۔ آپ شفیق ماں کی طرح سب احمدی بھائی بہنوں کے لئے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتی تھیں ۔

یہ نافع الناس اور بزرگ ہستی ۶ مئی ۱۹۸۷ء بروز بدھ قریباً ۸۳ سال کی عمر میں اس عالم فانی سے رحلت کر کے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملی ۔ اس طرح اس ارض خاک سے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خاکی جسم کا رابطہ ۱۸۳۵ء سے شروع ہوا تھا ۱۹۸۷ء میں ۱۵۲ سال کے بعد ختم ہو گیا ۔ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد ۸ مئی ۱۹۸۷ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کی سیرت طیبہ کی جھلک ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے ۔

" حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ بھی بہت پاک خو اور پاک شکل تھیں اور حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اولاد میں سے آپ کو ایک رنگ عطا ہوا تھا جس میں بہت ہی جاذبیت تھی ۔ بہت ہی پیار کرنے والی طبیعت تھی ۔ عمر کے ہر طبقہ کے لوگوں سے آپ کے حسن سلوک کا دائرہ آپ کی محبت اور رحمت اور شفقت کے نتیجہ میں بہت ہی وسیع تھا" ۔

(اے بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی لخت جگر، اے حضرت اماں جان کی نور نظر، اے ہمارے دلوں کی رونق اور روحوں کی تسکین ۔ خدا تعالیٰ کی تجھ پر ان گنت رحمتیں، برکتیں اور نور نازل ہوں ۔ اسکے پیاروں کا قرب تجھے نصیب ہو خدا کی رضا کی ابدی جنتوں میں تیرا بسیرا ہو ۔ اے آسمانی لقب پانے والی دخت کرام اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے فضل سے آپ کی صفات حمیدہ کا حامل بنائے اور آپ کے نیک نقوش پر ہمیں چلنے کی توفیق دے (اے خدا تو ایسا ہی کر)

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا تو آپ کو ورثے میں ملا تھا ۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح یہ کامل یقین رکھتی تھیں کہ برکت کا منبع حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود سعید ہے اور تمام رحمتیں اور برکتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے حاصل ہوتی ہیں ۔ آپ کثرت سے درود شریف پڑھتی رہتی تھیں اور اپنی اولاد اور اپنے ملنے جلنے والوں سے بھی کہا کرتی تھیں کہ وہ کثرت سے درود پڑھا کریں ۔ اور خدا تعالےٰ سے دعائیں کیا کریں ۔ آپ کی صاحبزادی محترمہ فوزیہ بیگم صاحبہ آپ کی سیرت کے بیان میں فرماتی ہیں ؟ " خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت تھی ۔ ایک دفعہ میں نے کہہ دیا کہ آج کل کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بھی حد سے متجاوز کر دیا ہے ۔ یہ سن کر آب دیدہ ہو گئیں ۔ کہنے لگیں یہ نہ کہو ۔ بعض وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی خدا کے برابر لگنے لگتی ہے ۔ اس دن مجھے پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھی آپ کتنی سرشار تھیں ۔ خدا کی ذات پر بے انتہا توکل تھا ۔ دعاؤں پر بے حد یقین ۔

خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ ساتھ آپ کو کلام اللہ سے بے حد عشق تھا ۔ قرآن مجید آپ کی روح کی غذا تھی ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ: صفحہ ۶ سے آگے

کی تھی اور اس کے لئے بلندیٔ درجات کا باعث بنے کہ وہ اس کی ہی خواہش اور دعاؤں کا ثمرہ ہو۔

سعدیہ میں بچپن ہی سے دین کی محبت اور غیرت تھی۔ ایک دن کھانے کی میز پر خلاف معمول اکیلی بیٹھی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے کیا سوچ رہی ہو۔ کہنے لگی کہ دل ہی دل میں پروگرام بنا رہی ہوں کہ مجھے بھی کلمہ لگانے کے جرم میں قید کر لیں پھر میں کورٹ میں جا کر ان کو کیسے کیسے جواب دوں گی۔ عموماً اپنے جذبات کو چھپانے کی عادی تھی لیکن جب ہر روز کسی نہ کسی احمدی کو قید کر لینے کی خبر سنتی تو اس کے بھی جذبے بے اختیار نمایاں ہو گئے۔

اس کی طبیعت انتہائی بے ضرر تھی۔ میں نے اس کو آج تک کبھی کسی کی غیبت کرتے نہیں سُنا۔ میرا گھر لڑکیوں والا تھا۔ اس لئے اکثر لڑکیوں کا جمگھٹا رہتا۔ رتجگے ہوتے باتیں ہوتیں۔ محفلیں جمتیں۔ سعدیہ سب سے پہلے سو جاتی۔ میرے پوچھنے پر اکثر جواب دیتی "امی مجھے لوگوں کو DISCUSS کرنا اچھا نہیں لگتا"۔ حالانکہ وہ باتیں بے ضرر ہوتیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ فلاں کی طبیعت کیسی ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن میں نے اس کو ذاتیات کی بحث میں کبھی اُلجھتے نہیں دیکھا کبھی کسی سے تکلیف پہنچ جاتی تو مجھ تک سے اظہار نہ کرتی۔ میں پوچھتی بھی تو خاموش رہتی۔ خدا نے بڑی ہی سعید فطرت دے کر بھیجا تھا میری بیٹی سعدیہ کو۔

شادی کے فوراً بعد امریکہ چلی گئی۔ سال کے بعد امی سے ملنے آئی۔ امی نے اس کے لئے کمرہ سجایا خوب اہتمام کیا۔ نعمان اور وہ دونوں بہت خوش تھے نعمان نے امی کو تنگ کرنے کی خاطر اس کی ایک تصویر دکھائی جس میں بچوں کی طرح منہ بسور کر رو رہی ہے۔ تصویر دیکھ کر امی بھی رو پڑیں۔ نعمان ہنس پڑا۔ کہنے لگا۔ بڑی امی یہ ایک دن خفا ہو گئی تھی مذاق مذاق میں تصویر لے لی۔ تب جا کر امی کو تسلی ہوئی۔ سولہ سترہ دن کے بعد دونوں میاں بیوی واپس چلے گئے۔ سعدیہ کو بہت روکا لیکن اب وہ میاں کے بغیر نہ رہتی تھی وہ اتنا خوش تھی کہ میں اس کا نام لیتے ڈرتی کہ کہیں نظر نہ لگ جائے۔ اکثر فون آتا۔ میں صرف اس کی صحت کی تسلی کر کے آپا شاما کو فون دے دیتی۔ امریکہ جا کر تو اس کا دمہ تقریباً ہٹ گیا تھا اس لئے میں بھی مطمئن تھی۔ مجھے لوگ کہتے تمہیں اتنی پیاری ہے یاد نہیں آتی۔ میں انہیں بھی جواب دیتی میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ خوش ہے۔ اللہ میاں کیا کہیں گے کہ کسی طرح خوش ہی نہیں ہوتی جو سجدے اس کی صحت و نصیب کے لئے وقف تھے اب شکرانے میں بدل گئے۔ لیکن ابھی خدا کو ایک اور امتحان منظور تھا۔

یکم مارچ ۱۹۸۸ء کو سعدیہ اور نعمان شاپنگ سے واپس آئے۔ سعدیہ میگزین لے کر غسلخانے چلی گئی وہیں دمے کا جان لیوا دورہ ہُوا جس سے سانس گھٹ گیا اور دوبارہ ہوش میں نہ آئی۔ دس دن ڈاکٹروں نے RESPIRATOR پر رکھا۔ دنیا کے علاج میسر تھے۔ خالہ اور چچا کہتے تھے کہ ہم ساری جائیداد بیچ دیں گے ہماری سعدیہ کو بچا لو۔ حضور کو میں نے خود فون پر اس کی بیماری کی اطلاع دی۔ حضور کو میرے میاں مرزا شمیم احمد سے خاص پیار تھا۔ اور اسی وجہ سے میری بچیوں سے بھی بے انتہا محبت کرتے۔ حضور نے خطبہ جمعہ ۴ مارچ میں سعدیہ کے لئے خاص تحریکِ دُعا کی۔ ساری دنیا کے مشن ہاؤسز میں اعلان دُعا ہوا۔ میری ایک غیر از جماعت دوست کو کینیڈا میں ایک احمدی کے ذریعے اس کی بیماری کی اطلاع پہنچی۔ وہ بھی ہسپتال اور لندن فون کر کر کے پوچھتی رہی۔ میری دونوں بھانجیاں اور ان کے شوہر اور میرے بھانجے محمود واشنگٹن سے فوراً TEXAS پہنچ گئے۔ احمدی ڈاکٹر حضور کی ہدایت پر برابر ہسپتال اس کی کیفیت پوچھتے اور اطلاع دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں احمدیت کی لڑی میں پرو کر جو احسان کیا ہے اس کا احساس مجھے سعدیہ کی بیماری میں ایک نئے رنگ اور جذبے کے ساتھ ہُوا میں اپنی کمزوریوں پر نظر ڈالتی ہوں اور پھر خدا کے اس فضل پر تو میرا رواں رواں اس کے شکر اور حمد سے بھر جاتا ہے۔ جس نے سُنا اس کیلئے تڑپ تڑپ کر دعا کی۔ نوافل پڑھے۔ روزے رکھے۔ انہی دنوں میں امی کا مصباح نمبر شائع ہو کر آیا اور وہ بھی دُعاؤں میں محرک ہُوا۔

حضور کو میں نے کئی فون کئے۔ دن میں کئی کئی بار رابطہ ہوتا تھا ان کو میرے کرب کا بھی خیال تھا۔ بچی کی انہیں محبت بھی تھی۔ حضور نے بڑی تڑپ سے دُعا کی لیکن پہلے ہی روز اُن کے منہ پر وہ شعر جاری ہُوا۔ جو حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کی زبان پر حضور کی والدہ حضرت سیدہ اُمّ طاہر کی بیماری میں ان کے لئے دُعا کرتے ہوئے جاری ہُوا تھا ؎

سُرخ پوشے بر لبِ بام نظر می آید
نہ بزاری نہ بزوری نہ بزر می آید

اس کے باوجود حضور نے دُعائیں جاری رکھیں اور احبابِ جماعت کو بھی پورے یقین کے ساتھ دعائیں کرنے کی تلقین کی۔ لیکن خدا کی اٹل تقدیر آ پہنچی تھی میری پیاری بچی سعدیہ ۱۰ مارچ کو ۲۱ سال کی عمر میں ہم سب سے بے نیاز ہو کر اپنے مولا سے جا ملی۔

ساری ماؤں کو اپنے بچے پیارے ہوتے ہیں۔ سبھی مائیں قربانیاں کرتی ہیں۔ میں نے نرالا پیار تو نہ اس سے کیا ہوگا۔ لیکن اتنا جانتی ہوں بڑے سال میں نے اس کی خوشیوں کا انتظار کیا تھا۔ آج جب وہ اس دُنیا میں نہیں اور دوسری دونوں بچیوں سے بے انصافی کا خوف نہیں تو یہ کہنے میں مجھے عار نہیں کہ مجھے وہ دنیا میں سب سے پیاری تھی۔ میری آنکھیں ہر وقت اس کا تعاقب کرتیں۔ وہ کونوں میں چھپ کر بیٹھتی۔ میری نظریں اس کو ڈھونڈھ لیتیں۔ بعض اوقات وہ چڑ جاتی۔ "امی آپ مجھے اتنا دیکھتی کیوں ہیں"۔ آج پتہ چلا ہے کہ میں اس کو کیوں اتنا دیکھتی تھی۔ اے خدا تو جس کی دلوں کے پاتال تک نظر ہے جانتا ہے کہ وہ مجھے کتنی پیاری تھی۔ میری محبوب چیز تو نے مجھ سے لے لی۔ اپنے غم پر تو میرا اختیار نہیں۔ لیکن تو جانتا ہے کہ میں تیری رضا پر راضی ہوں اے خدا جس طرح تُو نے اس سے اس دُنیا میں رحمت کا سلوک کیا۔ اس دُنیا میں بھی اس کو اپنی رحمت اور مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لینا اور جو دُعائیں تیرے پیارے نے اور ہم سب نے اس کی صحت کے لئے مانگیں وہ ضائع نہ کرنا اور اپنی جناب سے اس کی روح کو صحت دینا اور اپنے اور اس کے پیاروں کا قرب عطا کرنا۔ میرے چچازاد بھائی محمود احمد خاں جنہوں نے ان بچیوں کو باپ کی طرح شفقت و محبت دی پاکستان سے سعدیہ کی بیماری میں امریکہ گئے۔ انہوں نے اس کی وفات کی رات خواب میں دیکھا کہ سعدیہ سفید رنگ کا چوغہ پہنے خوشی سے جھوم رہی ہے اور حضرت بانیٔ سلسلہ پاس کھڑے بڑے پیار سے اس کو دیکھ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے اس کو اس دُنیا کی خوشیوں سے بہت بڑھ کر نوازا ہوگا۔

یہ چند سطور میں نے بڑے ہی بھرے ہوئے دل سے لکھی ہیں۔ میری بچی کو اس دُنیا کی زندگی تو نہ ملی لیکن دل میں تمنا ہے کہ اس دُنیا سے ہمیشہ اس کو دُعاؤں کا تحفہ پہنچتا رہے۔ دُنیا بھر سے مجھے اس قدر خطوط تعزیت کے موصول ہوئے جن کا جواب فرداً فرداً دینا میرے بس میں نہ تھا۔ ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے مجھے یا سعدیہ کو کبھی دیکھا بھی نہ ہُوا تھا۔ لیکن حضرت بانیٔ سلسلہ کی جماعت کی برکت کے طفیل اور آپ ہی کی محبت کے واسطے سے جس طرح میری بہنوں اور بھائیوں نے مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ اس کا الفاظ میں شکریہ ادا کرنا میرے بس میں نہیں۔ خدا تعالیٰ ان سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آخر میں میں تمام بہنوں اور بھائیوں سے درخواست کروں گی کہ اب بھی میری بچی کو اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں اور میرے پیارے نعمان کو بھی جس نے میری بیٹی کی زندگی کے آخری سال خوشیوں سے بھر دیئے۔ خدا تعالیٰ اس کے لئے رحمت کے سامان پیدا کرے اور صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ میرے لئے بھی دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اب مجھے میری طاقت سے بڑھ کر نہ آزمائے۔ مجھے ہمت اور طاقت دے کہ میں اپنی ذمہ داریاں بہادری سے نبھا سکوں اور یہ عارضی جُدائی کے چند دن میں صبر اور حوصلے سے گذار لوں۔ خدا کرے کہ ؎

فضلِ خدا کا سایہ ہم پہ رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

قرآن پڑھیں (اور) پڑھائیں

حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ پر ہوں فرماتے ہیں:

"اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے خود بھی قرآن پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی قرآن پڑھائیں، خود بھی قرآن کریم کے معنے سیکھیں اور اپنی نسل کو بھی قرآن کریم کے معنی سکھائیں ...... اپنے بچوں کے دل میں بھی یہ محبت پیدا کریں کہ وہ قرآن کریم کے علوم اور اس کے دلائل اور اس کی برکات سے آگاہ ہوں اور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں"۔

حبوبِ مفیدِ اٹھرا
HABOOB-I-
MUFEED-I-ATTHRA
۲۰ گرام ـ ۱۵/- روپے
NASIR ناصر
۶۰ گرام ـ ۴۵/- روپے
ناصر دواخانہ ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فضل عمر ہسپتال کے نادار مریضوں کیلئے دعا کی تحریک

اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیئے گئے صدقات غریبوں اور ضرورت مندوں کے لئے خرچ ہوتے ہیں۔ یہ صدقات اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل کو جذب کرتے ہیں اور کسی آنے والی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں
فضل عمر ہسپتال کے نادار مریضوں کے لئے اپنے صدقات ارسال فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال۔ ربوہ)

TRAVELLING TO LONDON

TROUBLE FREE ARRANGEMENTS, GROUP TRAVEL FACILITIES, AND INDIVIDUAL CARE. WE DON'T CLAIM! WE HAVE DONE IT BEFORE. WE ARE DOING IT AGAIN. FOR DETAILS & BOOKING CONTACT: MR. LATIF-UR-REHMAN BY 10th JULY 91.

ROOMI TRAVELS (PVT.) LIMITED

6, 7 HOTEL MID EAST, DR. DAUD POTA ROAD, CANTT STATION KARACHI 75530

PHONES: 515161- 515209- 521377- 529624

IATA — GOVT. LICENCE NO. 1329

صاحبِ اولاد

اپنے پھول سے بچوں کی صحت اور نشوونما کا خاص خیال رکھیں۔ اگر کسی قسم کی کمزوری ہو تو مندرجہ ذیل ادویات سے انتخاب کریں۔

BABY TONIC	۱۰/-	۔ بے بی ٹانک (دودھ پیتے بچوں کیلئے)
BABY GROWTH COURSE	۳۰/-	۔ بے بی گروتھ کورس (دس سال تک کے بچوں کیلئے)
BODY BUILDING COURSE	۱۰۰/-	۔ کمزوری جسم کورس (نوجوانوں کیلئے)
DWARFISHNESS COURSE	۱۰۰/-	۔ چھوٹا قد کورس (۵ سے ۲۰ سال تک کی عمر کیلئے)
BED URINE COURSE	۳۵/-	۔ بول بستری کورس
MITI CHOUR COURSE	۲۰/-	۔ مٹی چھوڑ کورس
MARASMAS COURSE	۵۰/-	۔ سوکھا پن کورس (بچوں کا)
SLOW DENTITION CURE	۲۰/-	۔ آہستہ دانت نکالنا کیور
IRREGULAR TEETH CURE	۲۰/-	۔ بے ترتیب دانت کیور

ڈاکٹرز اور سٹاکسٹس کے لئے معقول کمیشن

مندرجہ ذیل سٹاکسٹس سے خرید فرمائیں یا براہِ راست بذریعہ ڈاک ہم سے منگوائیں

تین صد یا زائد کے آرڈر پر ڈاک خرچ بذمہ کمپنی

• لاہور:۔ کیوریٹو سٹورز اچھرہ شاپنگ سنٹر۔ اچھرہ • فیصل آباد:۔ کریم میڈیکل ہال۔ گول امین پور بازار • راولپنڈی:۔ شبیر میڈیکوز بالمقابل کنٹونمنٹ ہسپتال صدر • پشاور:۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن معصوم۔ معصوم اینڈ سنز کیمسٹ شیخ آباد نمبر 1 • کوئٹہ:۔ ہومیو پیتھک ڈاکٹر بشارت احمد۔ دکان نمبر ۲۴ خوجک روڈ پشین اڈہ • ملتان:۔ ہومیو ڈاکٹر الطاف حسین ملک۔ صدر بازار • کراچی:۔ صدر میڈیکل سٹور بالمقابل ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی • حیدر آباد:۔ ابن سینا میڈیکل سٹور گاڑی کھاتہ • سیالکوٹ:۔ ڈان ڈرگ ہاؤس ریلوے روڈ • گوجرانوالہ:۔ کیوریٹو میڈیسن سروسز گلی حاجی عبدالعزیز۔ باغبانپورہ۔

کیوریٹو میڈیسن کمپنی ربوہ (ڈاکٹر راجہ ہومیو) رجسٹرڈ

فون ۷۷۱، ۶۰۶

ملکی خبریں

○ صدر مملکت نے ایک آرڈی ننس جاری کیا ہے جس کے تحت مخصوص علاقوں کو گڑبڑ زدہ قرار دیکر ایسی نئی خصوصی عدالتیں قائم کی جائیں گی جو مقدمات کا فیصلہ کریں گے جس کے خلاف ۷ دن کے اندر اپیلیٹ ٹربیونل میں اور ٹربیونل کے خلاف صرف سپریم کورٹ میں اپیل کی جا سکے گی اس کے علاوہ دیگر اہم اقدامات کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ موجودہ عدالتی طریقۂ کار سنگین جرائم کے لئے غیر مؤثر ہے اس لئے خصوصی اقدامات کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

○ حکومت نے گریڈ ۱۵ تک کے ملازمین کی تنخواہوں میں ۴۰ سے ۵۲ فیصد تک اضافہ کا اعلان کرتے ہوئے نئے گریڈ جاری کر دیئے ہیں جس کے تحت پہلے گریڈ کی کم سے کم تنخواہ ۶۰۰ سے بڑھا کر ۹۲۰ روپے کر دی گئی ہے۔ عبوری امداد کو نئے سکیلوں میں ضم کر دیا گیا ہے۔ ہاؤس رینٹ اور دیگر الاؤنسز بھی بڑھا دیئے گئے ہیں۔

○ وفاقی کابینہ نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ کوئی بھی شخص تاریک شیشوں کی گاڑی سڑک پر نہیں لا سکے گا۔

○ ایم کیو ایم کے تین اراکین سندھ اسمبلی نے الطاف حسین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ متعدد کونسلروں نے بھی ساتھ چھوڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔

○ کراچی میں دن دیہاڑے دہشت گردوں نے پولیس چوکی پر حملہ کر دیا۔ دو پولیس والے جاں بحق ہو گئے۔

○ بی بی سی نے کہا ہے کہ کراچی میں خصوصی عدالت کے جج کے قتل میں بڑے سیاسی لیڈروں کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔

○ امریکی رسالے نیوز ویک نے لکھا ہے کہ پاک امریکہ تعلقات کی خرابی کی جزوی ذمہ داری جنرل اسلم بیگ پر ہے فوج کے نئے سربراہ کے تقرر سے پاک امریکہ تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں۔

درخواست دعا

مکرم ناصر احمد صاحب کارکن الفضل کے چچا مکرم محمد صدیق صاحب دارالعلوم وسطی دمہ اور پھیپھڑوں کی بیماری کی وجہ سے علیل ہیں اور فضل عمر ہسپتال میں داخل ہیں۔ حالت تشویش ناک ہے۔ احباب ان کی کامل شفایابی کے لئے دعا کریں۔

غیر ملکی خبریں

○ امریکہ نے پاکستان کے ساتھ تعلقات کی اہمیت کو تسلیم کر لیا ہے اور دونوں ملکوں کے درمیان شبہات دور ہو گئے ہیں۔ یہ بات امور خارجہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر اکرم ذکی نے نیویارک میں بتائی ہے۔

○ امریکی حکام نے پاکستان کی طرف سے جنوبی ایشیاء کے ممالک کی ۵ ملکی کانفرنس کی تجویز کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ تجویز عرصے سے ہمارے ذہن میں بھی تھی۔

○ بنگلہ دیش کی وزیر اعظم محترمہ خالدہ ضیاء سرکاری دورے پر بیجنگ پہنچ گئی ہیں۔

○ مقبوضہ کشمیر میں حریت پسندوں نے ۲۰ بھارتی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ دو حریت پسندوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

○ روس کے ممتاز سیاسی لیڈر مسٹر بورس یلسٹن نے کہا ہے کہ جب تک گورباچوف اصلاحات کا عمل جاری رکھیں گے میں ان کا ساتھ دونگا اور جب وہ ایسا عمل روک دیں گے تو میں انکا مخالف ہو جاؤنگا۔

○ سعودی عرب میں امریکہ اور اسرائیل کے خلاف ایک لاکھ ایرانی عازمین حج نے مظاہرہ کیا۔ اس مظاہرے میں ایران کے وزیر خارجہ علی اکبر ولایتی نے بھی شرکت کی یہ مظاہرہ پُر امن تھا۔

○ روس کی طرف سے اسرائیل کو میزائیلوں کی پیشکش کی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ میزائل امریکی پیٹریاٹ میزائیلوں سے زیادہ کارگر ہیں اور ۷۵ ہزار فٹ کی بلندی پر جا کر ۴۰ میل تک مار کر سکتے ہیں۔

○ سری لنکا کے حکام نے ایک سفارتی بیگ پکڑ کر اس میں تین کروڑ روپے کا سمگل ہونے والا سونا برآمد کر لیا ہے۔

○ کویت کی مارشل لاء عدالت نے مزید آٹھ افراد کو پھانسی کی سزا دی ہے۔

○ مصر کی فوج بھی خلیج میں نگران امن فوج کا حصہ بنے گی۔ صدر حسنی مبارک نے یہ فیصلہ کویت کے حکام کے اصرار پر کیا ہے۔